حقیر مولف کی مختصر کتاب زندگی ❦ عمر بھر مثل نفس چلتے ہی گزری عالیؔ بیٹھنے ہی نہ دیا حسرت منزل نے مجھے

میری پیدائش شب پانزدہم (۱۵) ماہ مبارک رمضان شب جمعہ تاریخ ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام
سنہ ۱۳۳۰ھ میں ملک عراق شہر مقدس نجف اشرف میں ہوئی اور فقیہ اہلبیت علیہم السلام آیۃ اللہ آقائے سید
کاظم طباطبائی طاب ثراہ نے میرا نام سید علی رکھا پہلی جنگ عظیم میں سنہ ۱۳۳۴ھ میں والدین کے
ساتھ عراق سے ہندوستان آیا داستان سفر بڑی پرہول ہے بس یہ خدا کا فضل وکرم تھا کہ
ہم لوگ زندہ اور سلامت وطن پہونچ گئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن گوپال پور ضلع سارن
صوبہ بہار میں جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب مرحوم اور جناب مولوی سید علی حسین صاحب مرحوم
اور جناب مولوی سید گوہر علی صاحب مرحوم سے حاصل کی پھر سرکار والد مرحوم کے ساتھ حسین آباد
ضلع مونگیر چلا گیا اور وہاں میزان منشعب سے کافیہ اور نفحۃ الیمن تک اور منطق
کی ابتدائی کتابیں عالم باعمل طبیب حاذق جناب مولانا حکیم سید تجمل حسین صاحب مرحوم بھیکپوری
سے اور خود جناب مرحوم سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۴۱ھ میں جناب مرحوم کے ساتھ زیارت عتبات
عالیات سے مشرف ہوا وہاں سے واپسی کے بعد پھر چند سال حسین آباد میں پڑھتا رہا
پھر بغرض تحصیل علم مدرسہ عباسیہ پٹنہ بھیجا گیا لیکن وہاں میرا وقت ضائع ہوا تو میں
جناب مرحوم سے اجازت لیکر لکھنؤ چلا گیا اور مدرسہ سلطان المدارس میں نام لکھوایا اور
وہیں سے عالم الہ آباد کا امتحان دیا اور کامیاب ہوا پھر سند الافاضل کی دوسری جماعت
تک وہیں پڑھا اور کچھ کتابیں خارج سے علماء لکھنؤ سے پڑھتا رہا فیلسوف اسلام
مولانا سید مظاہر حسین صاحب مدرس معقولات مدرسہ ناظمیہ کی خدمت میں شرح مطالع الانوار اور
علامہ عصر ادیب کامل حجت الاسلام مولانا مفتی سید محمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی خدمت
میں نہج البلاغہ اور حضرت آیۃ اللہ مولانا سید سبط حسین صاحب طاب ثراہ جونپوری اور

ان کے جونپور چلے جانے کے بعد حجت الاسلام مولانا مفتی سید احمد علی صاحب طاب ثراہ
کی خدمت میں قوانین پڑھی ۔ شرح مطالع الانوار تصورات ختم کرنے کے بعد عالم جلیل
جناب مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم لکھنوی کی خدمت میں تصریح ختم تشریح الافلاک کامل
اور حمد اللہ اور صدرا فن اول کامل پڑھی مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم مدرسہ سلیمانیہ
پٹنہ میں ملازم تھے جب آپ پٹنہ جانے لگے تو چونکہ آپ بڑی شفقت اور محنت
سے پڑھاتے تھے اور میری کتابیں ابھی ناتمام تھیں لہذا میں بھی آپ کے ساتھ پٹنہ
چلا گیا اور مدرسہ ترک کر دیا حمد اللہ اور صدرا ختم کرنے کے بعد پھر میں لکھنؤ واپس
آیا اور مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لیکر فاضل کا امتحان دیا پھر ممتاز الافاضل میں آیا اور طبیب
حاذق جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم سے طب میں سدیدی اور شرح اسباب
پڑھی اور صبح کو نسخہ نویسی کرتا تھا مولانا حکیم سید محمد اطہر صاحب سیتاپوری میرے ساتھی
اور ہمدرس تھے پھر تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ میں داخلہ لیا چونکہ میرے درجہ کے طلبہ
میں میری حالت سب سے بہتر تھی اور پرنسپل اور میرے درجہ کے مدرسین مجھ سے بہت
خوش تھے اور میرا احترام کرتے تھے لہذا میرے درجے کے ناجی طلبہ نے سازش کر کے
۱۹۳۷ء میں تبرا ایجیٹیشن سے پہلے مجھ کو شربت میں پارے کا زہر ملا کر پلا دیا جس سے
میں شدید بیمار ہو گیا جس کا سلسلہ چھتیس برس گذرنے کے بعد اب بھی جاری
ہے اور اب تو صحت بہت زیادہ خراب ہو چکی ہے میں نے پہلے کچھ دنوں جناب حکیم
سید آغا صاحب مرحوم کا علاج کیا لیکن جب فائدہ نہ ہوا تو وطن چلا گیا ۔ علاج ہوتا
رہا اور مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ امید زیست قطع ہو گئی ۔
میرا مرض ہیجش سے شروع ہوا پھر بخار رہنے لگا جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو

بغرض علاج پھر لکھنؤ گیا اسوقت تبرا ایجیٹیشن جاری تھا جناب حکیم سید آغا صاحب مرحوم
اور جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم کے مشورے سے علاج شروع ہوا بخار تو اتر گیا
لیکن دیگر شکایات میں بہت خفیف فائدہ ہوا پھر میں وطن واپس آیا اور خود
جناب والد مرحوم کا علاج ہوتا رہا اور مرض کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا رہا اسی طرح
گیارہ برس کی مدت گذر گئی اس درمیان میں تقریباً آٹھ برس جناب مرحوم کے
ساتھ رہنے کا موقع ملا اور انہیں حالات میں مختلف کتابیں علم کلام وطب
و فقہ کی پڑھتا رہا کفایہ ملا آخوند خراسانی کی پہلی جلد کا کچھ حصہ پڑھا اور
الٰہیات صدرا اور شرح تجرید قوشجی و شرح حکمت الاشراق و شمس بازغہ و
کتب تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کرتا رہا اور تفسیر انوار القرآن کی تصنیف
میں جناب مرحوم کی کمک کرتا رہا اور خود بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں ۔
۱۳۶۴ھ میں میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو مومنین اترولہ کی خواہش پر صرف
ماہ رمضان المبارک کیلئے اترولہ آیا بعد ماہ صیام مومنین کے اصرار پر اترولہ کا
مستقل قیام منظور کر لیا خداوند عالم جزائے خیر عطا فرمائے سادات و مومنین اترولہ کو
انہوں نے روز اول جو وعدہ کیا تھا آج تک بڑی محبت و خلوص کے ساتھ
بہتر سے بہتر طریقہ سے پورا کیا ۔
سفر ایران ۔ میری کوشش تھی کہ ہندوستان کی تعلیم جلد از جلد ختم کر کے تکمیل فقہ
و اصول کیلئے عراق چلا جاؤں لیکن عرفت اللہ بفسخ العزائم ۱۳۵۶ھ میں
جیسا کہ گذر چکا کہ میں بیمار ہو گیا جس کا سلسلہ برسوں رہا ۱۳۵۹ھ میں
جب میری حالت کچھ بہتر ہوئی کہ تو میری شادی ہو گئی اگرچہ میرے مرض کا سلسلہ

دو

ابھی باقی تھا اور علاج ہو رہا تھا ۱۳۶۴ھ میں امروہہ بلا لیا گیا اسوقت میرے بچے پیدا ہو چکے تھے اور اب تحصیل علم کے لئے عراق جانے کا ارادہ ایک خواب پریشان بن چکا تھا کہ ۱۳۶۹ھ میں پروردگار عالم نے یک بیک میرے عراق جانے کا انتظام کر دیا میں نے بچوں کو وطن پہونچایا اور براہ کوئٹہ پاکستان ایران روانہ ہو گیا اور مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر عراق چلا گیا اور چند یوم میں عراق کی زیارتوں سے فرصت کر کے چونکہ حوزہ علمیہ نجف حضرت ابوالحسن اصفہانی اعلی اللہ مقامہ کے بعد قم منتقل ہو چکا تھا میں ماہ صفر میں حضرت آیۃ اللہ سید حسین بروجردی طاب ثراہ کی خدمت میں قم پہونچ گیا اور حضرت آیۃ اللہ سے اجازت لیکر اپنے کام میں مشغول ہو گیا مدرسوں میں جگہ نہ ہونے کے سبب سے میں نے حضرت آقائے بروجردی اعلی اللہ مقامہ کے مکان سے قریب محلہ عشق علی میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور حجت الاسلام حضرت آقائے مصطفیٰ صادقی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد اول اور حجت الاسلام شیخ محمود حسن دزفولی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد دوم اور حجت الاسلام آقائے سید رضا اشراقی کی خدمت میں رسائل پڑھی ایران میں چھ ماہ تعلیم ہوتی ہے اور چھ ماہ تعطیل ہوتی ہے لیکن میں ایام تعطیل میں بھی پڑھتا رہا اور ثقۃ الاسلام آقائے سید ابوالفضل فصیحی اصفہانی کو میبذی اور فخر الاسلام آقائے علی اشراقی قمی کو شرح تجرید علامہ کا مباحثہ کرایا دو سال کے بعد گرمیوں کی تعطیل میں عراق چلا گیا اور زیارت سے مشرف ہوا اور نجف اشرف میں حضرت آیۃ اللہ محسن حکیم مدظلہ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے اجازہ اور اپنی وکالت اور کتاب مستمسک العروۃ

عطا فرمائی پھر میں عراق سے ہندوستان چلا آیا اور چند ماہ کے بعد براہ کوئٹہ مشہد مقدس ہوتا ہوا قم پہونچ گیا اور تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور حجت الاسلام آقائے میرزا علی اصغر قمی دام ظلہ کی خدمت میں مکاسب اور کفایۃ الاصول جلد اول اور حجت الاسلام آقائے سید شہاب الدین نجفی مرعشی مدظلہ العالی سے کفایۃ الاصول جلد ثانی پڑھی اور حضرت آقائے نجفی مدظلہ کے خارج مکاسب اور حضرت آیۃ اللہ بروجردی طاب ثراہ درس خارج میں شرکت کرتا رہا ۱۳۷۲ھ میں جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں اچانک ہندوستان واپس آنا ہوا - پانچ مجتہدین سے اجازے حاصل کر سکا ایران سے براہ خرم شہر کراچی پہونچا وہاں سے شکارپور سندھ کے مومنین کے اصرار سے شکارپور چلا گیا اور عشرہ محرم کی مجلسیں پڑھیں جن میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوتے رہے - دو آدمیوں نے مذہب حق قبول کیا اور ایک دینی مدرسہ - مدرسہ حسینیہ نام کا قائم کیا جو بحمد اللہ ابتک قائم ہے پھر میں لاہور ہوتا ہوا لکھنؤ پہونچ گیا اور جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں مدرسۃ الواعظین میں مدرس اعلی کی خدمت انجام دیتا رہا میرے بعض ہمدردوں نے مشورہ دیا کہ جناب سے کہئے کہ وہ مہاراجکمار سے کہہ کر آپ کو اپنی جگہ پر مستقل کرا دیں لیکن میں نے پسند نہ کیا میں امروہہ کے قیام کو ترجیح دی اور جناب مرحوم کے انتقال کے بعد امروہہ چلا آیا میں جہاں بھی رہا ہمیشہ مومنین کو اعلم کی تقلید کا پابند بنایا اور دینی مسائل بیان کئے اور کل مومنین و مومنات پر دنیا میں جہاں بھی آباد ہوں اعلم وقت ہی کی تقلید واجب ہے مومنین غفلت و بے پروائی سے اپنے اعمال کو برباد نہ کریں -

جو موجودہ مجتہدین میں ہیں نہ احتیاط پر عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

میری دعا - پروردگارا بحق محمد وال محمد علیہم السلام اس ملت جعفریہ کو اس آخر زمانے کے فتنوں سے محفوظ رکھ ان کے ایمان کو تباہی و بربادی سے اور ان کے شیرازے کو انتشار و افتراق سے بچا اور ہم سب کو حق پر قائم رکھ اور دنیا سے با ایمان اٹھا آمین رب العالمین -

میری حقیر تصنیفات ✤ وہ کتابیں جو ایران جانے سے قبل لکھیں ع ۱ اسرار کائنات در غرض خلقت ممکنات دہریوں کی رد میں ایک مدلل اور قابل دید کتاب ہے ع ۲ مرج البحرین در عقائد فریقین اس کتاب میں توحید و عدل و نبوت و امامت و قیامت کے تفصیلی مباحث کے متعلق شیعہ اور سنی کے عقائد بالمقابل لکھے گئے ہیں ع ۳ معیار خلافت ع ۴ نفحات المعارف مختلف موضوعات علمیہ پر تحقیقی مضامین - ع ۵ جلوہ حیدریہ ع ۶ دیوان آل عبد المطلب اسمین ابجد کی ترتیب پر خاندان عبد المطلب کے اشعار جمع کئے گئے ہیں ع ۷ منہاج النجاۃ مجرب و مستند دعاؤں کا مجموعہ ع ۸ مجربات مطب سر سے پاؤں تک کے امراض کے تیر بہدف اور مجرب نسخے ع ۹ قبہ روزہرا کی مختصر تاریخ عربی یعنی عشری حسن پورہ سے دکھن ایک جنگل میں دو قبریں ہیں جن کا ہندو اور مسلمان سب احترام کرتے ہیں یہ قبہ روزہرا کی قبریں کہی جاتی ہیں ان کا پورا خاندان کفار سے جنگ میں شہید ہوا - ع ۱۰ شرح خطبہ شقشقیہ عربی میں ع ۱۱ کشکول عربی -

وہ کتابیں جو ایران میں لکھیں - ع ۱۲ ابوالفرج اصفہانی ع ۱۳ صیغ العقود ع ۱۴ حواشی مکاسب محرمہ -

وہ کتابیں جو ایران سے واپسی کے بعد لکھیں - ع ۱۵ حقیقت رویائے صادقہ و کاذبہ ع ۱۶ تلخیص الہدایہ ع ۱۷ صاحب تاج المآثر حسن بطامی کا مذہب ایک تاریخی اور تحقیقی رسالہ

ع ۱۸ وجود خدا ع ۱۹ حقیقت وضو ع ۲۰ علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام قابل دید رسالہ ہے ع ۲۱ رفع اتہام از دامن امام ع ۲۲ قرآن کا عمرانی نظام روس کے داغستان یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللہ ٹیف کا جواب ع ۲۳ شرح دعائے مکارم الاخلاق ناتمام ع ۲۴ منازل موت و برزخ ع ۲۵ القرآن ع ۲۶ معصوم کی نماز جنازہ ع ۲۷ آدلیون کی بت پرستی ع ۲۸ ترجمہ دعائے فرمان صادق آل محمد ع ۲۹ نور و ظلمت کی جنگ ۲۱۰ صفحات مولانا عبد الصمد رحمانی کی کتاب فاطمہ کا چاند کا جواب شائع ہو چکی ہے ع ۳۰ ایمان ابو طالب ع ۳۱ رسالہ جنت وجہنم شائع ہو چکی ہے ع ۳۲ کاروان نور مجموعہ قصائد ع ۳۳ بزم نجوم غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ع ۳۴ خاتم النبیین کے معنی امینی صاحب کی پریشانی کلکتہ کے قادیانی عالم مولانا امینی کے رسالہ خاتم النبیین کا جواب شائع ہو چکا ہے ع ۳۵ جواز عزاداری امام مظلوم دیوبند کے رسالہ تعزیہ اسلام اور علماء کی نظر میں کا نہایت مدلل اور دندان شکن جواب شائع ہو چکا ہے ع ۳۶ تبرا اور اس کے حدود ع ۳۷ پیام عمل اہل محراب و منبر کو ہدایت ع ۳۸ اوقات نماز شیعہ قرآن اور احادیث رسول کی روشنی میں ع ۳۹ رسالہ در جواز اعادہ معدوم ع ۴۰ الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام ۵۱۲ صفحات اسلام کے تہتر فرقوں میں نجات پانے والا فرقہ کون ہے مقبول خاص و عام اور قابل دید کتاب ہے ع ۴۱ اعلام الہدایت یا ترجمہ اثبات وصیت مسعودی ۸۰۰ صفحات سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام ع ۴۲ نغمہ ہستی در فلسفہ تکوین ایک مسدس تیس بند کا مع شرح ع ۴۳ مودت اہلبیت ع ۴۴ کشکول اردو دو جلدیں ع ۴۵ تصوف کی حقیقت ع ۴۶ پانچ شہدائے راہ خدا ع ۴۷ تقلین ع ۴۸ تناقض و اختلاف - اس کتاب میں مذاہب اربعہ حنفی و شافعی و

و مالکی و حنبلی کے اصول و فروع میں اختلافات اور متناقض عقائد و اقوال
بالمقابل لکھے گئے ہیں ع ۹۴ زیارت عاشورہ غیر مشہورہ

مؤلفہ

حقیر سید علی الرضوی قمی گوپالپوری ثم بہاری

ابن

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین
مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرگذشت رضا
سفرنامۂ عراق

مرتبہ

سید علی رضوی آغا علی میر برادرزادہ

الزار القمر ن

مصنف

جنات المعارف ۲ جلد، و دین فطرت مذہب کی ضرورت و مرج البحرین و تاریخ
سیر و زہرا و صدف و نجوم السماء و جلوہ حیدریہ و غیرہ

۳۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خالق ارض و سما

اے خالق ارض و سما اور اے مالک موت و حیات اے عدم کی تاریکیوں سے
نور حیات کے ظاہر کرنیوالے اور اے حوادثات کے اتھاہ سمندر سے
زندگی کی کشتی پار لگانے والے سب تعریفیں صرف تیری ہی ذات کے
لئے زیبا ہیں۔ بیجان ہستیوں میں روح حیات پھونکنا تیری ہی قدرت کا ادنی
کرشمہ ہے اور زندگی کی جاگتی دنیا کو موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے سلا دینا
تیرا ہی کام ہے آسمان ہوں یا زمیں ملک ہوں یا جن انسان ہوں یا حیوان و جماد
چمکتا ہوا آفتاب جگمگاتے ہوئے چاند تارے سب تیری ہی تسبیح کرتے ہیں
صبح کی پرکیف فضا میں درختوں کی شاخوں پر چہکنے والے پرند تیری ہی حمد و ثنا
میں تر زباں ہیں اور راتوں کی ~~اندھیاریاں~~ تاریک اور سنسان دنیا میں درد دل سے
تڑپ کر فریاد کرنیوالے تجھی کو پکارتے ہیں سر بفلک پہاڑوں اور اونچے
اونچے درختوں کے سائے تیری ہی چوکھٹ پر سر بسجود ہیں لیکن تیری
پرستش کا حق کسی سے بھی ادا نہیں ہو سکتا زبانیں کیونکر تیرا حق ادا کر سکتی
ہیں وہ تو تیری ہی گویائی کی ہوئی ہیں۔ سجدوں میں جھکے ہوئے سر کہاں تیری
نعمتوں کا شکر ادا کر سکتے ہیں وہ تو تیرے ہی بار احسان سے جھکے ہوئے ہو(ئے)
ہیں اور ہزار ہزار درود و سلام ہو خاتم انبیاء شفیع روز جزا تیرے حبیب
محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اور ان کی معصوم اور برگزیدہ اولاد امجاد
علیہم السلام پر جنہوں نے تیرے گمراہ بندوں کو ظلمت کفر و جہالت سے
نکال کر نور ایمان سے سرفراز کیا۔

...۱۹ء ماہ نومبر مطابق ۱۳۶۳ھ ماہ ذیحجہ میں میرا قیام زیادہ تر وطن میں رہا

ھ ۱۳ ۶۳

علوم رسمیہ ہندوستان کی تکمیل کے بعد میں عازم سفر عراق ہوا لیکن جرمنی کی
جنگ نے میرے تمام حوصلوں کو خاک میں ملا دیا آخر بحالت مایوسی سرزمین
وطن میں زندگی کے لمحات گزار رہا تھا تصنیف و تالیف اور خدمت قوم و ملت اپنا
خاص مشغلہ تھا میری شادی کو تین سال گزر چکے تھے خدا نے اپنے فضل سے مجھے
ایک لڑکا بھی عنایت فرمایا تھا جو عموماً گھر بھر کی اور خصوصاً دادا کی محبت
و مسرت کا مالک تھا خداوند عالم اوسے دادا کا صحیح قائم مقام بنائے غرض
مہربان و شفیق اور صاحب عزت و وقار والدین کا سایہ بہار بہنوں کی
اتحاد و محبت کی مسرت بیوی بچوں کی الفت کا سکون یہ وہ مسرتیں تھیں
جنکا احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ جاڑوں کا زمانہ بھی بعض لحاظ سے نہایت
پر لطف زمانہ ہوتا ہے خصوصاً موسم سرما کی راتیں جو کہ بہت زیادہ کیف
پرور ہوتی ہیں ہر طبقہ اور ہر گھر کے افراد اپنی اپنی خدمتوں اور کاروبار دنیا
سے فرصت پانے کے بعد یکجا مل بیٹھتے ہیں اور دل و دماغ کے سکون کے ساتھ
اکثر دلچسپ تذکرے بھی چھیڑ دیتے ہیں چنانچہ میرا بھی معمول تھا کہ شب کے کھانے کے بعد
والدہ معظمہ کی خدمت میں کچھ دیر حاضر ہوا کرتا تھا گھر کے اور افراد بھی مجتمع ہو جاتے تھے
اور اکثر متعارف موضوع پر گفتگو بھی ہوا کرتی تھی ایک رات حسب معمول ہم لوگ اپنی اپنی
چادروں میں لپٹے ہوئے بیٹھے تھے کہ اتفاقاً والدہ صاحبہ مدظلہا بھی آ بیٹھے شب کافی گزر
چکی تھی بازار کی دوکانیں مسافروں کی آمد و رفت دنیا کے کاروبار بند ہو چکے تھے
قصبے کے رہنے والے عموماً جنکا پیشہ کاشتکاری اور زراعت ہے خواب
خرگوش میں جا چکے تھے کیونکہ محنت و مشقت کرنے والے بہت جلد نیند کی دیوی
کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن ہم لوگ چونکہ عموماً دیر کرکے سونے کے عادی تھے اسلئے
زیادہ رات تک جگنا ہم لوگوں کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی [illegible]

فضا میں ایک خاموشی کا عالم طاری تھا میں بیٹھا ہوا کچھ موجودہ جنگ کے حالات پر غور کر رہا تھا اور یقیناً ہر شخص کسی نہ کسی خیال میں رہا ہوگا کیونکہ عالم بیداری میں انسان کبھی خالی الذہن نہیں ہو سکتا نہ اوسکے دل و دماغ معطل ہو سکتے ہیں آخر میں نے خاموش بیٹھنے والوں کا مہر سکوت توڑا اور والد ماجد مدظلہ کی خدمت میں اونکا سفرنامۂ عراق اور سابق جنگ عظیم اور ترکوں سے عربوں کی بغاوت کے حالات سننے کا اشتیاق ظاہر کیا کیونکہ وہ اوسوقت بسلسلہ تحصیل علم ہملوگوں کے ساتھ نجف میں جو عراق کا ایک مشہور اور مقدس شہر ہے مقیم تھے چنانچہ میرے اصرار اور شوق کو دیکھتے ہوئے اونہوں نے جنگ کے مختصر حالات اور اپنی عبرت خیز سرگذشت چھیڑ دی جو تین شبوں میں تمام ہوئی اس وحشت انگیز داستان اور قصۂ درد کو سنکر میری حیرت و تعجب کی انتہا نہ رہی ایسے ایسے مہالک اور خطرات سے ہملوگوں کا زندہ بچ کر نکل آنا ایک معجزہ اور خارق العادت معلوم ہوا چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا کہ اس عبرتناک واقعے کو سپرد قلم کردوں تاکہ طالبان علم و فضل اور صاحبان ہمت و عزم کیلئے عبرت و نصیحت ہو اور میں نے اسکا نام اپنے والد مدظلہ کے اسم گرامی کی طرف منسوب کرتے ہوئے سرگذشت رضا رکھا اگرچہ اونکا نام نامی جو کہ دنیا میں معروف و مشہور ہے مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ ہے لیکن میں نے اس کتاب کو اونکے تاریخی نام کی طرف منسوب کیا ہے اور ناظرین سے التماس ہے کہ چونکہ افسانہ نگاری ایک مستقل فن ہے جو میرا مذاق نہیں لہذا عبارت اور طرز تحریر کی سادگی پر مجھے معذور سمجھینگے فقط

خادم قوم سید علی رضوی عالی
مدیر ادارہ انوار القرآن باقر گنج
سارن بہار [illegible] ذیحجہ
۱۳۶۳ھ

آغاز سرگذشت

میرے والد مرحوم اردو اور فارسی کے ایک معمولی تعلیم یافتہ شخص تھے لیکن ایک باوضع اور
متشرع انسان تھے کاشتکاری اور زمینداری اونکا اور میرے تمام اہل قصبہ کا آبائی
پیشہ تھا بعض گھروں میں تعلیم تھی لیکن بہت مختصر اور ایسے کوردہ مقام میں علماء
کا گزر بھی شاذونادر ہی تھا سادات میں عموماً جہالت کے آثار نمایاں
تھے انگریزیت کی وبا رفتہ رفتہ دنیا میں پھیلتی جا رہی تھی میرے والد مرحوم کو خدا نے
دولت اولاد سے تو خود سرفراز فرمایا تھا لیکن ایک لڑکے کی تمنا اونکے
دل میں بہت دنوں تک تڑپتی رہی آخر ایک مدت دراز کے بعد قادر مطلق نے
اونکے بیقرار دل کو میری محبت سے سکون بخشا اور اونکی آنکھوں کو میرے دیدار سے
خنک کیا بڑے ناز و نعم میں میری پرورش ہوتی رہی میں والدین کے آغوش
محبت میں پرورش پاتا رہا اور شوق علم کے جذبات میرے سینے میں پرورش
پاتے رہے یہانتک کہ وہ دن بھی آگیا کہ میری بسم اللہ ہوئی اور مجھے اپنے
شوق کے پورا کرنیکا موقع ملا میرے شوق کا جنون اس حد تک پہونچا ہوا تھا کہ
پانچ سال کی عمر میں جب کہ بچے اپنے نیک و بد کی تمیز نہیں رکھتے میں کتاب بغل میں
دبا کر اپنے مطلوب کی تلاش میں قصبے کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا اور ہر راہرو باعلم سے
ایک سبق پڑھا دینے کی التجا کرتا تھا اگرچہ میرے والد مرحوم خود مجھے پڑھا دینے
کیلئے کافی تھے لیکن اونکی مشغولیتوں کی وجہ سے میری تعلیم کا بہت نقصان
ہوتا تھا آخر یہ دوری کیونکر میری تعلیم کی کفیل ہوتی اسلئے میں دل تنگ ہو کر
بغیر والدین کو خبر دئے ہوئے گھر سے نکل پڑا اور کچھوچھہ پہونچا وہاں کچھ دنوں تک
اس طرح علم حاصل کرتا رہا کہ جو استعداد ایک ذہین اور شوقین لڑکا ایک
ماہ میں حاصل کر سکتا ہے میں ایک ہفتہ میں حاصل کرتا تھا یہانتک کہ کچھ دنوں کے بعد

۵

اور ایک سال تک بیمار رہا
میں بیمار ہوکر مکان واپس آیا صحت کے بعد جب دوبارا کچھ جانیکا ارادہ کیا تو والد مرحوم نے

میری قوت اور محنت پر نظر کرتے ہوئے مجھے تحصیل علم سے روک دینا ہی مناسب سمجھا

اور تعلیم چھوڑ دینے کا مجھے قطعی حکم دیدیا یہ حکم میرے لئے موت کا پیغام تھا میں نے دو دن (جبکے ضد میں)

تک کھانا چھوڑ دیا اور مسلسل روتا رہا۔ حکماء کا قول ہے کہ بچوں کے حالات کے

نگران رہو جدھر اونکی فطرت کا رجحان دیکھو اوسی طرف اونہیں متوجہ کرو اور اوس

کام میں اونکی پوری مدد کرو کیونکہ قدرت کو جس سے جو کام لینا مقصود ہوتا ہے

اوسکی فطرت کو اوسی طرف مائل کردیتی ہے۔ میں اپنی فطرت کے خلاف

تحصیل علم و کمال سے روکا جا رہا تھا میرا دل اسپر آمادہ نہ ہوا اور میں عربی

تعلیم کے شوق میں وطن کو خیرباد کہہ کر نکل پڑا۔ طفلی کا عہد تھا اور سفر

طویل پاؤں نازک تھے اور صحراء پرخار دل میں عشق کی آگ بھڑک رہی تھی اور مطلوب

نامعلوم لیکن ایک جذب تھا جو مجھے دربدر لئے پھرتا تھا آخر مصیبتیں جھیلتا

خطرات کا مقابلہ کرتا مختلف مقامات اور مشہور شاخہائے علم سے خوشہ چینی

کرتا ... ایک سال کے بعد میں مظفرپور پہنچا چونکہ میں نے خدا کی راہ میں

قدم نکالے تھے اسلئے وہی میرا ناصر و مددگار تھا مظفرپور پہنچ کر مجھے

اپنی کامیابی کی صورتیں نظر آنے لگیں اور میں تحصیل علم میں پوری توجہ سے

مشغول ہوگیا لیکن فقر و فاقہ نے مجھے عاجز کر رکھا تھا اسلئے میں کچھ دلتنگ

ہو رہا تھا میرے والد مرحوم میری خبرگیری ضرور کرتے تھے لیکن اونکی اعانت میرے

لئے کافی نہیں ہوتی تھی ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ مجھپر

نزع کا عالم طاری ہے موت کا فرشتہ قبض روح میں مشغول ہے سارے جسم سے

جان نکل چکی ہے لیکن دل و دماغ ابھی تک کام کر رہے ہیں ناگاہ افق مشرق

سے آفتاب نکلا اور ایک نیزہ بلند ہوکر تھم گیا اور اوسمیں سے ایک مقطر

(حاشیہ:) آخر میرے شوق و اصرار اور بزرگان وطن کی سفارش سے میرے والد نے مجھے اجازت دیدی

سیاہ مرقعہ اوڑھے دونوں ہاتھوں سے دو بچوں کے ہاتھ پکڑے برآمد ہوئیں
اور میرے داہنی جانب آکر ٹھہر گئیں مرد دل نے مجھ سے کہا کہ یہ جناب سیدہ
عالم صلوات اللہ علیہا ہیں پھر اونہوں نے مجھسے فرمایا کہ یہ دونوں بچے مرے حسن و
حسین ؑ ہیں میں انکی تعلیم و تربیت تمہارے ذمہ کرتی ہوں میں نے جواب دیا
کہ میری روح قبض ہو رہی ہے نزع کا عالم ہے آپ یہ خدمت مجھے آخر وقت میں
سپرد فرمائی یہ سنکر اونہوں نے ملک الموت سے میری زندگی کی سفارش کی وہ
فرشتہ اشارہ پاتے ہی آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد
واپس آکر مجھے بشارت دی کہ تمہیں خدا کی طرف سے زندگی عطا کی گئی ہے اسکے
بعد میری آنکھیں کھل گئیں مسرت اور خوشی کا عالم جو مجھپر طاری ہوا وہ بیان نہیں کیا
جا سکتا یہ ایک تائید غیبی تھی جسنے میری ہمت کو مضبوط اور میرے ارادے کو مستقل
کر دیا لیکن میری ناداری بدستور باقی رہی ایک شب میں مسجد میں سو رہا تھا کہ خواب
میں اپنے امام قائم آل محمد صلعم کو دیکھا حضرت نے مجھسے فرمایا کہ تم پریشان ہو فلاں
آیت کیوں نہیں تلاوت کرتے اور ایک آیت قرآنی تلاوت فرمائی جو مجھے
یاد ہو گئی اور اب تک یاد ہے اور برابر پڑھتا ہوں اوسکے بعد میں اپنی عمر میں
کبھی محتاج نہیں ہوا اور اگر کبھی پریشانیوں نے منہ دکھایا تو اوسی وقت جب
میں نے اسکی تلاوت ترک کر دی غرض میں برابر شوق و محنت کے ساتھ
تحصیل علم میں مشغول رہا جسکا مفصل حال میری کتاب توشہ آخرت کے دیباچہ
میں موجود ہے یہانتک کہ ہندوستان کی تعلیم تمام کرنے کے بعد سنہ ۱۳۲۴ھ میں
تکمیل فقہ و اصول کی غرض سے میں روانہ عراق ہوا اور (نجف پہونچکر) تحصیل علم کا سلسلہ جاری
کر دیا پھر سنہ ۱۳۲۶ھ میں والد مرحوم کے انتقال کی خبر پاکر ہندوستان واپس آیا
اور ایک سال قیام کر کے دوبارہ عراق کا ارادہ کیا اور ابکی بار عورتوں

اور بچوں کو بھی ساتھ لیتا گیا اور سنہ ۱۳۳۳ھ تک نجف میں بڑے سکون و اطمینان
کی زندگی گذارتا رہا خدا نے ہر طرح کی عزت و راحت عنایت فرمائی تھی کبھی
اپنی مسافرت اور غربت کا احساس تک نہ ہوتا تھا خصوصاً اسلئے بھی کہ میں صورت
و سیرت میں علماء عراق سے کچھ اسطرح مشابہ تھا کہ ایک اجنبی شخص
میرے ہندی ہونیکا شبہہ بھی نہیں کر سکتا تھا اسلئے مجھے عراق میں وطنی
جیسا لطف حاصل ہونے لگا نجف کے قیام کے زمانے میں خدا نے
مجھے کئی اولادیں بھی مرحمت فرمائیں تمہاری ولادت بھی اوسی سرزمین پر
سنہ ۱۳۳۱ھ پندرہ ماہ رمضان المبارک کو ہوئی ہے

سنہ ۱۳۳۳ھ میں سارے عراق میں ایک عالمگیر جنگ کی خبریں مشتہر ہونے
لگیں ہر شخص کے حالات و خیالات میں وہ ترک ہو یا عرب ہندی ہو
یا ایرانی ایک انتشار اور پریشانی محسوس ہونے لگی جہاں دیکھئے
یہی تذکرے جدہر سنئے یہی ذکر وہ ہندوستانی جو ایک مدت سے
عراق میں قیام پذیر تھے رفتہ رفتہ عراق چھوڑنے لگے لیکن میں
کچھ اسطرح علم میں جذب ہو رہا تھا کہ علاوہ اپنے تعلیمی حالات کے
کسی دوسرے امر کا مجھے احساس نہ تھا نہ مجھپر کسی قسم کی وحشت
یا خوف طاری تھا ایک دن ہملوگ ایک شخص شیخ محمود رضا ہندی کے
یہاں ایک مجلس کے سلسلے میں مہمان تھے کہ اونہوں نے ہملوگوں کو
مخاطب کر کے کہا کہ (بابیوز) سفیر کی طرف سے ہندیوں کیلئے یہ اعلان
شایع ہوا ہے کہ تین ماہ کے اندر سب کے سب ہندوستان واپس چلے
جائیں اور عراق خالی کر دیں ورنہ اوسکے بعد سلطنت کسی کی جان و
مال کی ذمہ دار نہیں ہوگی نہ کسی کو ہندوستان جانے کیلئے جہاز

ملیگا اس خبر نے ہندیوں میں ایک عام بے چینی پھیلا دی اور ہندی جوق
جوق عراق چھوڑ کر ہندوستان روانہ ہونے لگے لیکن میں اب بھی بیدار
نہیں ہوا یہاں تک کہ یہ تین ماہ کی مدت بھی گذر گئی ایک مرتبہ میں کل عورتوں
اور بچوں کو ساتھ لیکر زیارت کربلا کی غرض سے گیا ہوا تھا کربلا نجف سے براہ خشکی
۴۵ میل جانب شمال واقع ہے اور کوفہ اور تویریت ہوتے ہوئے دریا
کی راہ بھی ہے جسمیں تویریت تک دریا کی راہ ہے اوسکے بعد پھر خشکی
کے راستے سے کربلا جانا ہوتا ہے اسکی مسافت کچھ زیادہ ہے لیکن زیارت
طفلان مسلم ؑ کی غرض سے مسیّب ہوکر آنیوالے زائرین اسی راہ سے
آتے جاتے ہیں چنانچہ ہملوگ بھی کربلا کی زیارت سے فارغ ہوکر مسیّب پہنچے وہاں
تین روز قیام کرکے طفلان مسلم ؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مسلم ؑ
مظلوم کے یہ دونوں آوارہ وطن معصوم اور مظلوم بچے مسیّب سے پورب
ایک میل کے فاصلے پر ایک سنسان اور ویران جنگل میں تیرہ سو ۱۳۰۰
برس سے سو رہے ہیں جہاں بجز خرمے کے چند درختوں اور بیکسوں
کے ویران گنبد کے آباد کرنیوالے کچھ کبوتروں کے جھنڈ اور سرہانے
تربت اشک حسرت برسانے والی شمع سوزاں کے اونکی کوئی مونس و
غمخوار نہیں ہے مگر اللہ رے خون ناحق کی کشش کہ دنیا کے گوشے
گوشے سے ہزاروں مرد اور عورتیں اور کمسن بچے دور دراز کی منزلیں
طے کرکے مصائب سفر کا مقابلہ کرتے ہوئے پہنچتے ہیں اور ان
کمسن شہیدوں کی خاک تربت کو سرمہ بناتے ہیں چنانچہ ہملوگ بھی

یتیموں کی قبر دن کو آنکھوں سے لگا کر باچشم گریاں رخصت ہوئے اور ایک کشتی
کرایہ کر کے کوفہ کی سمت روانہ ہونیکی تیاری کر رہے تھے کہ یکایک یہ خبر مشہور
ہوئی کہ نواب محمد حسن کربلائی گرفتار ہوگئے (یہ شخص در حقیقت کابلی تھے لیکن کربلا
میں رہنے کی وجہ سے نواب کربلائی مشہور تھے) یہ خبر پانیکے بعد بھی مجھپر
خوف و وحشت کا کوئی اثر طاری نہیں ہوا اور صبح ہوتے ہوتے ہملوگ مسیب سے
روانہ ہوگئے دن گذرا اور شام ہوتے ہوتے ہملوگ تویرت پہونچ گئے لیکن
ملاحوں نے اپنا سفر شب کو بھی جاری رکھا رات کا کچھ حصہ گذرنے کے
بعد ملاحوں نے بلند آواز سے گانا شروع کیا انکے شور وغل سے ہم
بار بار سوتے سوتے چونک اٹھتے تھے اسلئے میں نے انہیں روکا لیکن وہ
کب رکنے والے تھے آخر مجھے سختی سے روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن
میری حیرت و تعجب کی انتہا نہ رہی جبکہ میں نے یہ دیکھا کہ وہ عرب جو ہندیوں
کی حرمت سے ڈرتے تھے باتیں کرنے کے وقت نہایت ادب اور تہذیب کا لحاظ
رکھتے تھے مجھے غضب آلود نگاہوں سے گھورنے لگے انکی آنکھوں سے عداوت
اور دشمنی کے آثار ظاہر تھے یہ حالت دیکھ کر میں نے سمجھا کہ عراق کی فضا
واقعًا اب ہندیوں کیلئے سازگار نہیں ہے رات کا وقت اجنبی ملک
دریا کا سفر عراق کی سرزمین جہاں سو سو میل تک کہیں آبادی کا نام و نشان
نہیں عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ طرح طرح کی وحشت خیز خبروں
کا اثر دشمنوں کی غضب آلود نگاہیں ناخواستہ بگڑے ہوئے تیور ان خطرناک
حالتوں میں ایک دور از وطن مسافر کے دل و دماغ پر خوف و وحشت کا کیا عالم
طاری ہوسکتا ہے (ناظرین اپنے دل پر قیاس کرسکتے ہیں) لیکن میں اور صرف میں
اب بھی کسی مصیبت سے مرعوب نہ تھا یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے میری

کشتی سلامتی کے ساتھ کوفہ پہونچ گئی - کوفہ سے نجف جانیوالی ٹرین صبح سویرے
روانہ ہوتی تھی چنانچہ ہملوگ اوسپر سوار ہوگئے بس ٹرین کھلنے والی ہی تھی کہ دلیل الزائرین
(زائرین کے راہبر) سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دئیے اور مجھے دیکھتے ہی
کہنے لگے کہ نجف جانیکا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کیجئے ہندو گرفتار ہو رہے ہیں
قتل کئے جا رہے ہیں شہر میں گولیاں چل رہی ہیں گھر جلائے جا رہے ہیں
مال و اسباب لوٹا جا رہا ہے سارے شہر میں اک شورش برپا ہے یہ خبر پاکر
مجھے سخت پریشانی لاحق ہوئی تھوڑی دیر تک حالات کی کشمکش پر غور کرتا رہا
نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن اجنبی ملک ساری دنیا دشمن عورتوں اور
ننھے ننھے بچوں کا ساتھ ایسی عزیز جانوں کو اگر گولیوں کا نشانہ بننے دوں
تو کیونکر اور اگر چھپاؤں تو کہاں اور مصیبت بالائے مصیبت یہ تھی کہ
میں اپنے بعض اقرباء کو نجف ہی میں چھوڑ کر کربلا گیا تھا انلوگوں
کا خیال اور بھی پریشان کن تھا اسکے علاوہ جو کچھ میرا سرمایۂ زندگانی
تھا وہ نجف ہی میں تھا ایسی حالت میں اگر میں کسی اور طرف چلے جانیکا
ارادہ بھی کرتا تو کیونکر جا سکتا تھا آخر خدا پر بھروسہ کرکے نجف جانے
ہی کا ارادہ قائم کر لیا - دلیل الزائرین نے جب مجھے نجف جانے پر
آمادہ پایا تو کہا کہ اگر جانا ہی ہے تو دریچری سے شہر میں داخل
ہوئیگا - شہر نجف سرزمین بابل سے دکھن طرف ایک چھوٹی
سی پہاڑی پر آباد ہے جسکے ایک جانب کچھ فاصلے پر دریائے
فرات اور دوسری جانب دریائے نے جاری تھا دریائے فرات تو ابتک
جاری ہے لیکن دریائے نے امتداد زمانہ سے خشک ہو گیا
اور اسی کے نام پر اس شہر کا نام نے جف رکھا گیا یعنی

11

نے خشک ہو گیا۔ اور شہر کے دو طرف لق و دق صحراء ہے جو وادی السلام
کے نام سے موسوم ہے یہ مومنین کا قبرستان ہے اور اس شہر کے
گرد چار طرف بہت مستحکم دیوار ہے جو شہر پناہ کی دیوار کہی جاتی ہے
اور اوسمیں دو دروازے ہیں صدر دروازہ اوسکا کوفہ کی جانب کھلتا
ہے جو در کربلا کہا جاتا ہے اور ایک در دریائے نے کی طرف کھلتا
ہے جسے در چری کہتے ہیں یہ دروازہ شہر کے پشت کی جانب
ہے اور لوگونکی آمد و رفت ادھر سے بہت کم ہوتی ہے اسی وجہ
سے دلیل الزائرین نے ہملوگونکو اسی دروازے سے جانیکی ہدایت
کی تھی لیکن چونکہ وہ دروازہ در کربلا سے اتنی دور ہے کہ میری عورتوں
کا وہان تک پہونچنا نا ممکن تھا اسلئے مین نے در کربلا سے شہر مین داخل
ہونیکا ارادہ کر لیا۔ ٹرین روانہ ہوئی اور نجف پہونچی ہملوگ ٹرین سے
اترے اور خدا کا نام لیکر شہر مین داخل ہو گئے شہر کی فضا سے وحشت
اور اوداسی برس رہی تھی در و دیوار جیسے ہملوگون کی قسمت پر تاسف
کر رہے تھے اور ہملوگ ایک ایک قدم موت کی طرف بڑھتے چلے جا رہے
تھے کہ ناگاہ سامنے سے ترکی قائم مقام آتا ہوا نظر آیا۔ کلکٹر کا سامنا در حقیقت
ہملوگون کیلیے موت کا سامنا تھا جسکے انجام سے مین خائف تھا لیکن
بظاہر بڑی دلیری اور اطمینان کے ساتھ مین اوسکے سامنے سے گذر گیا
کلکٹر نے ہملوگون کو دیکھا اور ہملوگون نے اوسکو لیکن وہ اسطرح ہملوگون
کے پہلو سے گذر گیا جیسے خدا نے اوسکی آنکھون پر پردہ ڈال دیا اور
اوسنے ہملوگون کو دیکھا ہی نہین یہانتک کہ ہملوگ اپنے گھر پہونچے اور
اپنی سلامتی پر شکر خدا بجا لائے لیکن آیندہ آنیوالے مصائب کا انتظار

کرتے رہے ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ وقت دور نہیں کہ ہم سب گرفتار ہوکر قتل کئے جائیں
یا اپنے گھروں میں جلا کر خاکستر کر دئے جائیں سارا ملک پر آشوب تھا روزانہ
طرح طرح کی وحشت خیز خبریں مشتہر ہوتی رہتی تھیں ہندیوں کی گرفتاری اور
قتل کا بازار گرم تھا ہم لوگ اپنے کوٹھے سے گھروں کے جلنے اور آگ سے
جلے ہوئے اور گولیوں سے مرے ہوئے ہندیوں کی لاشوں کے ڈھوئے جانے
کا روح فرسا تماشہ دیکھا کرتے تھے ہندوستوں کی دل ہلا دینے والی آوازیں روز و شب
فضا میں گونجا کرتی تھیں جدھر دیکھئے موت کا بازار گرم تھا اور کوئی صورت اپنی رہائی
اور جان بری کی نظر نہیں آتی تھی ہاں اگر بھروسہ تھا تو خدا پر یا پھر شیخ مجید مالک مکان
اور اونکی بیوی سکونا پر جسکو خدا نے ہم مسافروں پر مہربان کر دیا تھا مصیبت میں
گھر جانے کے بعد انسان اگر خائف و متوحش ہوتا ہے تو دلیر بھی ہو جاتا ہے
چنانچہ ان تمام خطرات کے باوجود میں نے جب دیکھا کہ گھر میں مقید ہو کر رہنا
میرے لئے ممکن نہیں ضروریات زندگی کا پورا کرنا ضروری ہے تو بے خوف
گھر سے باہر نکلنے لگا اور میں نے اپنے دل کو اس خیال سے مطمئن کر لیا
کہ جسکے گنبد کے سائے میں میں نے پناہ لی ہے وہ ضرور میری امداد
کریگا پھر برابر میں اپنے ضروریات کیلئے باہر جاتا آتا رہا اور کوئی مجھے
کبھی تعرض نہیں کرتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اہل عرب بڑے مہمان نواز
اور روادار ہوتے ہیں جب اپنی پناہ میں لے لیتے ہیں اونکے لئے اپنی
اور اپنے سارے قبیلے کی گردنیں کٹا دیتے ہیں خصوصا مہمانوں کی عزت
اونکی نگاہوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن یہ ساری مصیبتیں جو اہل
ہند پر نازل ہو رہی تھیں یہ سلطنت ترکیہ کی ڈہائی ہوئی تھیں علاوہ
اسکے برطانیہ اور ترک اور ترک اور عرب کی جنگی کشمکش نے سارے ملک میں

ایک آفت برپا کر رکھی تھی جس سے خود باشندگان عرب بھی مطمئن نہ تھے ہم لوگ تو
ہندی تھے ہمارا مصائب میں مبتلا ہونا تو لازمی تھا۔ غرض اسی طرح زمانہ گزرتا
گیا اور جنگ کی وبا عالمگیر ہوتی گئی یہاں تک کہ عراق و ہند کے درمیان ڈاک کا
سلسلہ بھی بند ہو گیا اور میرے اخراجات کا روپیہ جو حیدر آباد دکن سے جایا کرتا
تھا وہ بھی کئی ماہ سے بند تھا اور جو کچھ ذخیرہ ہم لوگوں کے پاس تھا وہ بھی ختم
ہو چکا تھا آخر اسباب و زیورات فروخت کرنے کی نوبت آئی۔ ایک بار تم
بیمار ہوئے اور دوا کیسی کہ گھر میں کوئی چیز تمہارے کھانے کی بھی موجود
نہ تھی ایک رات تم بھوک کی شدت سے اسطرح بیتاب تھے کہ کسی طرح آرام
نہیں لیتے تھے سوتے سوتے چونک کر اٹھ بیٹھتے تھے نصف شب تک تو
ہم لوگ تمہیں سلا دینے کی کوشش کرتے رہے جب تمہیں کسی طرح قرار
نہیں آیا کھانے کی تلاش میں بازار روانہ ہوا لیکن پیسے سے کوئی چیز میسر نہیں
ہوئی آخر ناکام واپس آیا اوس وقت تمہاری والدہ کو یاد آیا کہ کسی وقت کچھ چاول
کوڑے کے ساتھ سمیٹ کر مکان کے کسی گوشے میں ڈال دیا گیا تھا وہ موجود
ہے چنانچہ اوسے دھو کر تمہارے لئے اوبال دیا گیا جب تم نے کھایا اور تمہیں نیند آگئی
اوس وقت ہم لوگوں کو بھی قرار آیا۔ غرض اوسی زمانے میں جبکہ ہم لوگ اپنی
بدقسمتی کا دور گزار رہے تھے کہ میرے نام کا ایک خط جو ہندوستان سے گیا تھا
ایک ہندی نے جو ترکی سلطنت کا جاسوس تھا کربلا سے حاصل کر کے
ترکی کلکٹر تک پہونچا دیا اوس خط نے میرے ہندی ہونے کا راز فاش
کر دیا اور اس خط کی حقیقت یہ تھی کہ کھجوہ ضلع سارن کے ایک رئیس
بابو محمد علی صاحب مرحوم نے جب فاقوں سے عاجز آکر داعی اجل کو
لبیک کہا اور اونکے بعد اونکے لڑکے کی باری آئی اور مجھے اونکی
پریشانیوں کی خبر ملی تو مجھے اونکے حال پر رحم آیا لیکن میں تو خود

اوسی عالم میں تھا کسی دوسرے کی کیا مدد کرتا صرف یہ کیا کہ اونہیں تشفی دیدی کہ
میں روپیے کی فکر کر رہا ہوں ملجاینگی تو میں آپکی امداد کرونگا چنانچہ وہ کچھ مطمئن ہو گئے
اور ادھر میں نے یہ کیا کہ ایک خط اپنے وطنی روپیے کے لئے لکھا اور ایک خط بابو
عطا حسین صاحب کے یہاں اونکے حالات کا لکھا اور ایک پوشیدہ ذریعہ سے روانہ
کر دیا میرے روپیے تو ہندوستان سے روانہ کر دیے گئے جو مجھ تک نہ پہونچ سکے
اور بصرہ میں روک لئے گئے اور بابو عطا حسین صاحب نے میرے خط کے جواب
میں ایک خط میرے نام لکھا جسمیں اونہوں نے روپیے روانہ کرنیکی اطلاع دی
تھی یہی وہ خط تھا جو ہندی جاسوس کے ہاتھ لگا اور میری مصیبتوں کا سبب
ہوا۔ چنانچہ میرے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور پانچ سپاہی ایک
ہندی جاسوس کے ساتھ میری گرفتاری کے لئے کربلا سے نجف روانہ
کر دیے گئے میں ایک روز اپنے مکان میں موجود تھا کہ باہر سے ایک
پہچانی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی مجھے بلا رہا ہو میں جو گھر سے باہر آیا تو دیکھا
کہ میرے ایک ہندوستانی دوست جنسے مجھسے بڑا گہرا دوستانہ تھا اور یہ بزرگ
لکھنؤ کے اہل علم لوگوں میں سے تھے اوسی جاسوس کو لئے ہوئے میرے دروازے
پر موجود ہیں۔ چنانچہ ادھر تو اونہوں نے جاسوس سے میرا سامنا کرایا
او دھر مجھسے یہ کہا کہ میں آپسے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور تنہائی میں مجھسے
کہا کہ یہ جاسوس پانچ سپاہیوں کے ساتھ آپکی گرفتاری کے لئے آیا ہوا
ہے۔ میں نے اونکی اس ناحق شناسی پر افسوس کیا اور اپنے مکان
میں واپس چلا گیا اوسوقت تو وہ دونوں بھی واپس چلے گئے لیکن میں برابر
دیکھا گیا کہ پانچ سپاہی میری گرفتاری کی فکر میں رہا کئے میں بازار جاتا تو وہ
وہاں موجود رہتے میں حرم میں نماز پڑھتا رہتا اور وہ میرے گرد چکر لگایا کرتے

لیکن خدا شاہد ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ اونہیں کیوں میری گرفتاری کی جرئت
نہیں ہوتی تھی حالانکہ سلطنت کے مقابلہ میں میری کوئی شخصیت نہ تھی نہ مجھے کوئی
قوت و اقتدار حاصل تھا بجز اسکے کہ میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھتا تھا غرض یہ کہ
انہیں پریشانیوں اور مصائب میں مجھے ایک سال کی مدت گذر گئی اور جرمنی اور
سلطنت عالیہ برطانیہ کی جنگ میں ترکوں کے ساتھ جز نجف اور کربلا والوں
کے سارا عرب میدان جنگ میں اوتر پڑا اور جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا تھا
اور جنگ کی آگ بھڑکتی جاتی تھی ہم لوگ اپنی زندگی اور رہائی سے مایوس
ہوتے جاتے تھے ایک طرف تو عراقیوں کی شورش اور ہندیوں کا قتل عام اور
دوسری جانب ترکوں اور برطانیہ کی جنگ جو قرنا اور شعیبا میں نہایت
شدت سے جاری تھی اور تمام راستوں کا مسدود ہونا اوسپر مصیبت بالائے
مصیبت اپنی ناداری یہ وہ حالات تھے جو آنکھوں میں موت کی تصویر کھینچ
دیتے تھے لیکن پھر بھی ہم لوگ خدا کی رحمت سے مایوس نہ تھے آخر زمانے
نے ایک اور کروٹ لی اور ایک نیا شگوفہ پھوٹا وہ یہ کہ جب اہل
نجف نے اس جنگ میں ترکوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا
تو سلطنت نے اونہیں اپنی امداد پر مجبور کرنا چاہا اسپر سارے شہر میں بغاوت
کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اہل شہر نے مصلحت وقت سے پہلے یہ کیا
کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں چھوڑ کر دیہاتوں اور صحراؤں میں چلے گئے
ادھر نجف کے ظالم کلکٹر نے جو کہ ارمنی تھا (اور ارمنی عموماً بڑے
بے دین اور ظالم ہوتے ہیں) یہ حکم دیدیا کہ عورتیں جب حمام سے نہا کر
نکلیں تو اونکا منہ کھول کر دیکھا جائے کیونکہ وہ سب مرد ہیں جو عورتوں
کے لباس میں ہیں اور اوسپر طرفہ یہ حکم تھا کہ راتوں کو سونے کی حالت
میں لوگوں کے گھروں میں گھس کر بستر خواب پر جو ملے اوسے گرفتار

کرو جب ذلت و رسوائی کی یہ حد پہونچی تو عورتوں نے اپنے سروں کے تھوڑے
تھوڑے بال تراش کر لفافے میں اُنکو کر اپنے مردوں کے پاس بھیجدئے
جس سے انتہا، ذلت کی طرف اشارہ تھا پھر تو عربوں کے غیظ و غضب
اور غیرت کی انتہا نہ رہی جذبہ انتقام بھڑک اٹھا اور سب کے سب مجتمع
ہو کر نجف کے قلعے پر حملہ کرنیکی تیاریاں کرنے لگے اس کارروائی کی خبر
ترکوں کو بھی ہوگئی چنانچہ کلکٹر نے فوراً علاوہ اس فوج کے جو نجف میں موجود
تھی چار ہزار ترکی اور عربی فوج اور منگالی اور پورے شہر کی ناکہ بندی
کردی حضرت امیرالمومنین علی ع کے گلدستہ آذان (آذان کا مینارا) پر جو
بیچ شہر میں واقع ہیں اور شہر کی تمام عمارتوں سے اونچے ہیں دو دو سَو
سپاہی بٹھلا دئے اور مہملا پر (ایک عالیشان عمارت کا نام) ڈیڑھ ہزار
سپاہی رکھے گئے اور سرایہ اور شیلان پر (یہ دونوں عالیشان عمارتیں
در کربلا کے داہنی اور بائیں طرف برابر کی دوری پر اسطرح واقع ہیں کہ
شہر کا صدر دروازہ دونوں عمارتوں کے بیچ میں اور دونوں کی زد
پر پڑتا ہے) پانچ پانچ سَو سپاہی معین کئے گئے اور اُنکی چھتوں
پر ساٹھ ساٹھ میروالی توپیں نصب کردی گئیں اور باقی فوج شہر کے
متفرق مقامات پر تقسیم کردی گئی اور اسطرح شہر کا محاصرہ کرلیا گیا
کہ ایک شخص بھی شہر سے باہر جانیوالا یا باہر سے شہر میں آنیوالا انکی
اُنکی زد سے نکل نہیں سکتا تھا ادھر عربوں نے یہ کیا کہ چھ ہزار
بدوی (صحرائی) عرب بلا لئے تین ہزار بدویوں کو کربلا کی راہ میں معین
کردیا کہ وہ باہر سے آنیوالی فوج کو روکیں اور تین ہزار کو ساتھ لیکر
نجف پہونچے لیکن جب کسی طرف سے شہر میں داخل ہونیکی راہ
نہ پائی تو سرایہ کی پشت کی طرف سے فصیل کی دیوار میں سوراخ

کر کے شہر میں داخل ہو گئے خدا کی پناہ عربوں کا شہر میں داخلہ اور اونکا ولولہ
جنگ اور جوش و خروش اک قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا جس وقت وہ پچاس پچاس
اور سو سو آدمیوں کی ٹولیاں بنا کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یکے بعد دیگرے
ہورہ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ سارے شہر
میں زلزلہ برپا ہے در و دیوار سے شور و غل کی آوازیں پیدا تھیں۔ عربوں کا
دستور ہے کہ جب وہ اپنے کسی دشمن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں یا کوئی حریف اونکا
اونکے مقابلے پر آ جاتا ہے تو انتہاء مسرت و جوش شجاعت میں باہم ملکر
اوچکتے اور رقص کرتے ہیں اور نہایت مہیب اور ڈراؤنی آواز میں غل مچاتے
اور اپنی فتح و فیروزی کا گیت گاتے ہیں جس سے بڑے بڑے بہادروں
کا دل ہل جاتا ہے جسم میں لرزہ پڑ جاتا ہے اور ہورہ کرنیوالے دس آدمیوں
پر سو آدمی کا دھوکہ ہوتا ہے ۔۔ ہورہ کرتے کرتے اونپر ایک بیخودی
اور جنون کا عالم طاری ہو جاتا ہے اونکی آنکھیں چمکنے لگتی ہیں منہ سے
کف جاری ہو جاتا ہے پھر اونہیں اپنے نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی ۔۔۔
ایک ایک سپاہی اونکا ہزار آدمیوں کا مقابل ہو جاتا ہے اور آنکھیں
بند کر کے حریف پر لوٹ پڑتے ہیں پھر تو یہ عالم ہوتا ہے کہ بندوق
کی لڑائی سے اونہیں تشفی نہیں ہوتی دو چار گولیاں چلانے کے بعد بندوقیں
پھینک کر دشمن کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تلواریں سونت سونت کر
دست بدست جنگ شروع کر دیتے ہیں پھر تو پہاڑ بھی اونکے مقابل میں ہو
تو اوسکے قدم میدان جنگ سے اکھڑ جائیں عربوں کا یہ وہ حربہ ہے جس سے وہ
بڑے بڑے لشکروں اور قوی سے قوی دشمن کو بھی مرعوب کر لیتے
ہیں غرض یہ کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد بدوی عربوں کو یہ حکم دیا گیا
کہ ہر جگہ ہملوگ گھروں سے خالی کرائیں اور لوٹ کر آگ لگا دو اور اہل

شمر نے اپنے خاص سپاہی شہر کے چوراہوں پر معین کر دئے تاکہ بدوی عرب شہر والوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچانے پائیں اوسکے بعد لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں ایک دن شام کے وقت میں وادی السلام گیا ہوا تھا اور میرے ساتھ شیخ محمد حسین صاحب مجتہد بھی تھے جو اسوقت بمبئی کی خوجہ مسجد میں امام جمعہ و جماعت ہیں اور علاوہ ہم لوگوں کے اور بھی بہت سے اہل شہر وہاں موجود تھے کہ ایک عرب یہ اعلان کرتا ہوا گذرا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں اپنی ضرورت کی چیزیں فراہم کر کے رکھ لو کیونکہ شب یکشنبہ سے لڑائی شروع ہو جائیگی اس اعلان کے بعد تمام اہل شہر تو اپنی اپنی زندگی کا سامان کرنے لگے اور میں اپنی موت کا سامان دیکھتا رہا یہانتک کہ یہ چند روز بھی گذر گئے اور یکشنبہ کی شب آگئی توپ اور بندوقوں کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں شب بھر نہایت زور و شور کے ساتھ جنگ ہوتی رہی اتوار کی صبح کو میں ایک شخص کی امانت واپس دینے گیا تھا اس خیال سے کہ آنیوالے مصائب کا علم کسی کو نہیں معلوم کیا گذرے لہذا اس امانت سے تو سبکبار ہو جاؤں وہاں سے واپس ہوتے ہوئے میں ایک گلی سے گذر رہا تھا کہ ایک مکان کی ڈیوڑھی پر کچھ مسلح عربوں کا ہجوم دیکھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حرم امیر المومنین ؑ (وہ عمارت جسمیں حضرت علی ؑ کی قبر اطہر ہے) کے صحن کی دیوار میں نقب لگائی جا رہی ہے میں وہاں سے آگے بڑھا اور در قبلہ (حرم کے ایک دروازے کا نام) پر کھیرا خبر ہونے لگا کہ اچانک بندوقوں کی آوازیں فضا میں گونج اٹھیں میں گھبرا چھوڑ کر مکانات کی دیواروں سے پناہ لیتا ہوا بھاگا اور اپنے مکان میں پہونچ گیا تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ عربوں نے نقب کے ذریعہ سے صحن میں داخل ہو کر ترکوں سے دونوں گلدستہ اذان

خالی کرا لئے اوسکے بعد کئی روز تک ہر طرف سے گولیون کی آوازین آتی رہین
راتون کو معلوم ہوتا تھا جیسے ساری فضا مین آگ لگی ہوئی ہو گرمیون کا زمانہ
تھا ہملوگ اپنے دو منزلہ مکان کی چھت پر راتون کو بسر کیا کرتے تھے اور
ساری رات مکانات کے جلنے کا منظر دیکھ دیکھ کر حیرت و وحشت کے عالم
مین بیٹھے ہوئے خدا کو یاد کیا کرتے تھے اگر کسی وقت فضا مین کچھ سکون
ہوا اور ہملوگون کی آنکھین لگین کہ گولیان چلنے لگین ساری فضا آتش کدہ
نمرود بنگئی توپون اور بندوقون کی آوازون سے آسمان پھٹنے لگا ایک
وقت چار ہزار تین ہزار بندوقین چلتی تھین علاوہ اون توپون کے جو ایک
منٹ مین ساٹھ فیر کرتی تھین پھر نیند و آرام کیا بس ہملوگ بچونکو گود مین
لیکر بھاگتے اور تہہ خانے مین جا کر پناہ لیتے تھے بستر اور پانی کی
صراحیان یہانتک کہ جوتے اور ٹوپیون کا بھی کسی کو خیال نہین رہتا تھا
میرا سارا مکان گولیون کی بوچھار سے چھلنی تھا دیوارین ہر طرف سے
شکستہ تھین دروازون اور دریچون مین سیکڑون سوراخ تھے اور
اسکی وجہ یہ تھی کہ میرا مکان شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے ہر طرف
گولیون کی زد پر پڑتا تھا ہر گولی ہملوگون کے سر پر سے گذرتی تھی
اور ادھر دوسری مصیبت اپنی ناداری تھی جو کچھ کائنات زندگی تھا وہ ختم
تھا اور آیندہ کے حالات نامعلوم جو کچھ میسر ہوتا تھا کم کم مقدار مین بقدر رمق
کھا کر زندگی کو بچا رہے تھے روٹی اور نمک کے چند لقمے زندگی کا سہارا تھے
قصہ مختصر تھوڑے ہی عرصہ مین عربون نے ترکون سے شہر کے اندر کے
کل مورچے چھین لئے اور قبضہ کر لیا اب مہلہا کی باری تھی لیکن وہان
تک عربی فوج کا پہونچنا ناممکن تھا کیونکہ کل راستے ترکون کے قبضے مین
تھے آخر راستہ چھوڑ کر ایک مکان مین سوراخ کر کے دوسرے مین اور

دوسرے میں نقب لگاکر تیسرے مین گھستے ہوئے عربی فوج مہلیہا کے
پاس پہونچ گئی اور ایک بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال کا بچہ شہر کے ایک اونچے
مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا گولیان چلاتا رہا تاکہ ترکی فوج کو اپنی طرف
متوجہ کئے رہے یہانتک کہ عربون نے خود مہلیہا کی دیوار مین ہی سوراخ
کر لیا اور قلعہ کے اندر گھس کر دو گھنٹہ تک نہایت شدت سے
جنگ کی اور اوسکو بھی خالی کرا لیا اور سارا مال و اسباب لوٹ کر قلعے مین
آگ لگاکر روانہ ہو گئے ۔ اتفاق یہ کہ مہلیہا کی لڑائی مین عربون کا کارتوس
ختم ہوگیا اسلئے وہ مہلیہا کے فتح کرنیکے بعد مجبور ہوکر بیٹھ رہے اور
جنگ آگے جاری نہ رکھ سکے یہ خبر جو عتیبہ سردار قبائل نجف کو ملی تو اوسنے
اپنے لڑکے کے ذریعے گھوڑون پر بار کرکے کارتوس بھیجدئے
یہ کارتوس اوسکو چند روز قبل ایک جنگ کے موقع پر ہاتھ آئے
تھے کارتوس ملنا تھا کہ عربون کی قوت بڑھ گئی اور سرایہ پر دھاوا
ہوگیا دونون طرف سے مقابلہ ہوا لیکن ترکی فوج عربون کی زد پر پڑتی تھی
اور عرب نشیب مین اسطرح دیوارون کے اوٹ مین تھے کہ ترکون کی
گولیان کارگر نہیں ہوتی تھیں آخر یہان بھی ترکون نے شکست کھائی اور
سرایہ بھی عربون کے قبضے مین آگیا سارا مال و اسباب لوٹ کر اوسمین
بھی آگ لگا دیگئی اور اوسکی چھت پر جو توپ نصب تھی اوسے
بدویون نے زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا اگرچہ یہ اونکی ایک بڑی غلطی تھی
لیکن چونکہ بدوی عرب اسکی قدر نہین جانتے تھے اسلئے اونھون نے اسے
توڑ ہی دینے کو اپنے خیال میں بہتر سمجھا سرایہ کے بعد بس اب
خیلان باقی رہگیا تھا جسمین خود کلکٹر موجود تھا اور اپنے آگے
کارتوس کا ڈھیر لگائے ہوئے گولیان چلا رہا تھا اور رمضان آفندی

سے کہہ چکا تھا کہ دیکھنا عنقریب عربوں کی عورتوں کے ساتھ مین کیا کرتا ہوں
اور اوسکے اس ارادے کی خبر عربون کو بھی ہو چکی تھی لیکن جب سرایہ
سے اگ کے شعلے بلند ہوئے تو کلکڑ مبہوت ہو گیا اور اوسکے
ہاتھوں سے بندوق گر پڑی اور وہ توپ جو شیلان کی چھت پر
نصب تھی جس سے وہ انتہاء شقاوت وجہالت کے ساتھ حضرت
امیرالمومنین ع کے حرم کے گنبد پر گولہ باری کر رہا تھا دو چار فیر کے
بعد خراب ہو گئی لاکھ کوششیں کی گئیں لیکن نہ بننا تھا نہ بنی کلکڑ
کی اس ناشائستہ حرکت پر عربون مین ایک ہیجان پیدا ہو چکا تھا
بس ایک مرتبہ حملہ کر کے قلعہ شیلان کو محاصرے مین لیلیا اور اونکے
سردار عتیبہ نے ترکی فوج سے پکار کر کہا کہ تم سب کو پناہ دیجاتی
ہے جسکا جہان دل چاہے چلا جائے لیکن کلکڑ اور اوسکے ماتحت
پسر خطیب کو میرے حوالے کر دو چنانچہ ساری فوج جو شیلان
مین قلعہ بند تھی رسّون کے ذریعے اوتر کر روانہ ہو گئی اور صرف کلکڑ اور
پسر خطیب رہ گئے اس درمیان مین کلکڑ نے یہ چالاکی کی کہ ایک شخص کو
بھیج کر شہر کے دو معزز حضرات بحرالعلوم آغا محمد علی اور سید جواد کلید
بردار حرم کو اپنی مدد کیلئے بلا بھیجا یہ دونون بزرگ پہونچ گئے اور بحرالعلوم
نے کلکڑ کی گردن مین ایک ڈورا باندھا اور اوسکا دوسرا سرا اپنی
کلائی مین باندھ لیا اور سید جواد نے پسر خطیب کو اسی عنوان سے
اپنی پناہ مین لیلیا اور دونون قلعے کا دروازہ کھول کر نکل آئے
اور ان دونون کو لئے ہوئے اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے
اہل نجف نے بہت سمجھایا اور خوشامدین کین کہ ان کافرون کو چھوڑ
دو لیکن ان لوگون نے اپنی سرخ روئی کے خیال سے نہ چھوڑا

اوسوقت عربون کا یہ حال تھا کہ کلکرا اور پسر خطیب کو اپنے معاصرے مین
لئے ہوئے شہر کی طرف لئے جاتے تھے اور اونکے گرد ہجوم کر کے تالیان
بجاتے اور " لنلک سلم یا یہودی " کا شور مچاتے تھے یعنی لے یہودی
مین نے تجھ سے کہا تھا کہ صلح کر لے " اور اونکے سر پر بندوق کے ہوائی فیر
کرتے جاتے جب بندوق کا دھماکا ہوتا تھا تو دونون ڈر کر سر جھکا
لیتے تھے " شیلان پر قبضہ کرنیکے بعد عرب مطمئن ہوگئے لیکن اس جنگ
کی کشمکش عرب اور ترکون کے درمیان مین صرف چھ مہینہ رہی پھر رفتہ رفتہ
ترکون سے متحد ہوکر یہ سب بھی جنگ مین شریک ہوگئے اور اس دوران مین
ہندیون کی گرفتاری اور قتل عام بھی برابر جاری رہا لیکن اسوقت تک ہم لوگ
موت کے منہ مین جا جا کر بچتے چلے گئے جسکی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مین ہمیشہ
اہل شہر کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے سلوک کرتا رہا جسکی وجہ سے
اکثر علماء اور شرفاء شہر میرے دوست اور ہمدرد تھے اور ایک مدت سے
مین نے نجف مین مطب بھی قائم کرلیا تھا جس سے اہل شہر کو بہت فائدہ
پہونچا اور زیادہ تر میرے خدمات مفت ہی ہوتے تھے اسلئے اگرچہ اس
شورش اور فتنہ عظیم کے رونما ہونے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے حال مین
مبتلا تھا اس ہنگامہ مین کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا لیکن پھر بھی میرے
میرے احسانات کا بار ایسا نہ تھا کہ اوسے جلد سبک کردیا جاتا لیکن
باوجود اسکے مین عراق کے قیام سے مطمئن نہ تھا اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا
جاتا اور عراق کے گوشے گوشے مین جنگ کا بازار گرم ہوتا جاتا میری وحشت
مین ترقی ہوتی جاتی تھی اور میرے ناصر و مددگار میری نصرت و حمایت سے
کنارہ کش ہوتے جاتے تھے اور میرا سرمایہ زندگی بھی بالکل ختم تھا اب
اسکے بعد موت ہی کا سامنا تھا لہٰذا مین نے مناسب سمجھا کہ خدا

کا نام لیکر اور کمر ہمت چست کر کے عراق سے جس طرح بھی ممکن ہو نکل
جانا چاہئے اگر زندگی باقی ہے تو بلاؤن سے ایک روز نجات ہو گی
ورنہ موت تو بہر حالت آنیوالی ہے یہ ارادہ کر کے مین نے سامان
سفر مہیا کرنا شروع کر دیا